طبی اخلاقیات و جنایات شرعی نقطہ نظر سے

مولانا ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کراچی

پیش کردہ چھٹا بنوں فقہی اجتماع بعنوان ''جدید میڈیکل سائنس سے پیش انے والے مسائل اوران کا فقہی حل'' بمورخہ ۱۸، ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ء بمقام جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈ بنوں .... ادارہ

ذیلی عنوانات

نمبرشار	ذیلی عنوانات	نمبرشار	ذیلی عنوانات
(۱)	اسلام میں طب کی اہمیت	(۲)	طبی خدمات کے چند اصول
(۳)	خطرناک امراض سے بچاؤ کی مسنون دعائیں	(۴)	علاج کا مشورہ دینا
(۵)	اخلاقیات کی تعریف	(۶)	طبیب کی تعریف
(۷)	طبی جنایات اور جزاء وسزا پر آراء	(۸)	طبیب کی اہمیت

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد:

اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت جو قرآن کے پہلی ہی آیت میں بیان کی گئی ہے رب العالمین ہے یعنی تمام جہانوں کا پیدا کرنے اور پرورش کر کے درجہ بدرجہ اعلیٰ مقام وترقی پر پہنچانے والا ہے۔ جہاں تک اس کی صفت ربوبیت کا انسان سے تعلق ہے، اس میں انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں ترقیاں شامل ہیں۔ انسانی جسم اور روح کا نہایت گہرا باہمی تعلق ہے۔ ایک کی صحت مندی یا علامت دوسرے پر اچھا یا برا اثر ڈالتی ہے اور اس کی ترقی میں ممد یا مزاحم ہوتی ہے۔ روحانی ترقی کیلئے قرآن کریم نے لائحہ عمل تجویز کیا ہے۔ لیکن اس کا یہاں بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ انسان جسمانی ترقی اور اس کے بھی صرف ایک پہلو صحت، ثبات کی نسبت اس مختصر مقالہ میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ اسلام کا دعویٰ عالمگیر مذہب ہونے کا ہے لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے کسی پہلو کی نسبت تعلیم ہوئے ایسے اصول، ہدایت پیش کرے اور ان میں ایسی لچک ہو کہ ہر طبقہ انسانی، ہر خطہ ارضی اور ہر موقع محل پر بغیر کسی وقت کے ان کا اطلاق ہوسکے۔ قرآن کریم نے انسانی صحت، ثبات سے متعلق ایسی تعلیم دی ہے کہ کسی اور شریعت یا مقتداء مذہب نے نہیں دی۔ روحانی تعلیم کی طرح یہ بھی عدیم المثال ہے۔

(۱) زمانہ قدیم سے ہی علم کی دو اقسام معروف ہیں۔ ایک شعبہ علم الادیان (social Sciences)

اور دوسرا شعبہ علم الابدان (Medical Sceinces) لہذا دونوں اقسام کا علم حاصل کرنا، ان میں مسلسل تحقیق وجستجو کرتے رہنا، مسلمان معالجین کے دینی فرائض میں شامل ہے۔

علم ایک نازک ذمہ داری بھی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون.**
کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں یکساں ہو سکتے ہیں۔ (۲)

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث کیمطابق انسان قیامت کے دن اللہ کے سامنے سے اس وقت تک نہ ہٹ سکے گا جب تک کہ وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے ان پانچ سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا "جو علم تمہیں دیا تھا اس پر تم نے کتنا عمل کیا"۔

یہ حقیقت ہے کہ جس قدر علم دیا گیا اس سے اس قدر باز پرس بھی ہوگی کہ اس نے اپنے علم کو انسانیت کی فلاح و بہبود اور فائدے کے لئے کس قدر صرف کیا اور کس قدر حاصل کردہ علم کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے استعمال کیا"۔

ڈاکٹر حضرات بھی اس لحاظ سے خدا تعالیٰ اور مخلوق خدا کی روبرو ذمہ داری اور جواب دہی کی کٹہرے میں کھڑے ہیں۔ انہیں رب العزت نے علم دی ایک ایسی دولت سے نوازا ہے، جو بیمار اور زخم خوردہ انسانیت کے لئے پیغام شفاء، اور موجب وسکون وراحت ہیں۔ اس کے بدولت جہاں اس کے رتبے میں اضافہ ہوا ہے وہاں اس کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں غفلت یا فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا مواخذہ بھی اسی قدر سخت اور گرفت بھی زیادہ ہوگی اسی طرح انصاف کا تقاضا یہ ہے جو شخص اپنے فرائض میں دیانت داری، اخلاص، ہمدردی اور محبت ولگن کا مظاہرہ کرے اس کا اجر بھی اسی قدر زیادہ ہوگا پھر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی سے تو شاید اللہ تعالیٰ درگزر فرمادیں (جسے چاہے وہ معاف کرے) لیکن حقوق العباد میں کوتاہی نا قابل معافی اور سخت قابل گرفت ہوگی۔ اس لئے ایک خدا ترس مسلمان ڈاکٹر کا فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض کو عبادت سمجھ کر پورے اخلاص ولگن سے ادا کرے۔ (۳)

(ا) اسلام میں طب کی اہمیت:

طب کا پیشہ معاشرے کے اہم پیشوں میں سے ایک ہے جبکہ طبی علم کا حصول معاشرے کی اجتماعی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ دور جدید میں کسی بھی ترقی یافتہ اور باشعور معاشرے کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی عوام کس حد تک صحت مند ہیں یا یہ کہ اس میں طبی علوم کے ماہرین کس قدر ہیں۔ ایک صحت مند معاشرہ نہ صرف فلاحی ہوتا ہے۔ بلکہ ترقی یافتہ بھی کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس سے متعلق اس قسم کا اشارہ ملتا ہے۔

و من احياها فكا نما احياالناس جميعاً (۴)
اور جس نے کسی کو زندگی دی تو گویا اس نے پوری انسانیت کو زندگی دی۔

ولجسدك عليك حقاً (۵) اور تمہارے بدن کا تمہارے اوپر حق ہے۔

علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ خود علاج معالجہ فرماتے تھے صحت کی حالت میں بھی اور مرض کی حالت میں بھی صحت کی حالت میں حفاظت والی تدابیر سے مثلاً ریاضت، مجاہدہ اور کم کھانے کے ذریعہ اور تر کھجوریں خربوزہ کے کھانے سے۔ اور فرماتے اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو دور کرتی ہے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیمار ہوئے تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کی چھاتی کے درمیان رکھا تو انہیں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو فرمایا" انك مفئود " یعنی تم صدل کے بیمار ہو(٦) رسول اللہ ﷺ خود فرماتے تھے۔

الحمی من فیح جهنم فابر دوهابالماء ،،(٧)

بخار جہنم کی ہوا میں سے ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کیجئے۔

علاج معالجے سے متعلق حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ،، نبی کریم ﷺ نے منتر (جھاڑ پھونک) کی ممانعت فرمائی تو عمرو ابن حزم کا خاندان رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک منتر (جھاڑ پھونک) تھا جس کے ذریعے ہم بچھو (کے کاٹے) کا علاج کرتے تھے اور آپ۔ نے اس سے منع فرمایا (حضرت جابرؓ نے) کہا کہ انہوں نے اسے رسول اکرام ﷺ کے سامنے پیش کیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں جو تم میں سے اپنے بھائی (مسلمانوں) کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ اسے ضرور پہنچائے،،(٨)

اسی طرح ضماد بن ثعلبہ ازدی کو حضور ﷺ کا قرب حاصل تھا آپ بڑے سمجھدار اور حاذق طبیب تھے اور جھاڑ پھونک بھی کرتے تھے۔(٩)

حضرت سعدؓ جب بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ" تم قبیلہ ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ طب کا علاج جانتے ہیں وہ عرب کے فضلاء اطباء میں سے تھے طائف کے رہنے والے تھے اور فارس میں رہ کر وہاں سے متعدد اسناد طب میں حاصل کی تھیں اور فارس میں بھی مشہور طبیب رہے پھر اپنے ملک کو لوٹے تو بڑا نام پیدا کیا، حضرت عمرؓ ہر اس شخص سے جو طب کا علاج جانتا تھا طب کو حاصل کرتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے صرف اللہ کے حکم سے جھاڑ پھونک کی اجازت دی (١٠)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: **ماانزل الله داء الاانزل له شفاء(١١)**

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مرض کے لئے دوا پیدا کی ہے۔

وهويدل على جواز المعالجته(١٢)

یہ حدیث علاج معالجہ کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابودرداؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مرض اور اس کا علاج دونوں کو پیدا فرمایا ہے اور ہر قسم کے مرض کے لئے دوا بھی ہے تو تم علاج ضرور کرو لیکن حرام چیز سے نہیں (١٣) اس مختصر تعارف سے اسلامی تعلیمات میں طبی علوم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ طبی علوم کے حصول کی نہ صرف پزیرائی کرتا ہے بلکہ اسے فرض کفایہ

قرار دیتا ہے۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں "مسلم معاشرے میں چند فروض کفایہ ہیں۔علم طب ان میں سے اہم ترین ہے"(۱۴)
امام الحرمین فرض کفایہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔"فرض کفایہ کو پورا کرنا فرض عین سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ اگر فرض عین ترک کیا گیا تو متعلقہ فرد گناہ گار ہوا۔اور اگر اس نے اسے انجام دیا تو اس نے فرض پورا کر دیا۔اگر فرض کفایہ کو ترک کیا گیا تو تمام معاشرہ گناہگار ہوا۔اور اگر فرض کفایہ کو پورا کر دیا گیا تو تمام معاشرے سے فرض ساقط ہوا"(۱۵)
امام شافعیؒ فرماتے ہیں "علم کی دو اقسام ہیں (ایک) علم طب جو کہ جسمانی امور سے متعلق ہے اور (دوسرا) علم فقہ جو کہ دینی امور سے متعلق ہے"(۱٦)
علم طب بدن سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے اور علم فقہ دین سے متعلق۔امام غزالیؒ طبی علوم کی اہمیت سے متعلق کہتے ہیں کہ "طبیب اپنے علم کی وجہ سے تقرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے اور وہ اس علم کی وجہ سے اجر کا مستحق ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خادم ہوتا ہے"(۱۷)
نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث میں اس طرف بھرپور توجہ دلائی گئی ہے کہ مریض کا علاج معالجہ کرنے والا، اس کی عیادت کرنے والا، اس کی ضروریات پوری کرنے والا بڑے اجر وثواب کا مستحق ہے۔چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ(٦) حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔جن میں سے دو کا تعلق براہ راست شعبہ طب سے ہے جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کی جائے۔جب وہ مشورہ طلب کرے تو اسے مشورہ دیا جائے۔" موطا امام مالک اور مسند احمد میں ارشاد ہے:
"جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو اس وقت تک دریائے رحمت میں بیٹھا رہتا ہے جب تک وہاں سے واپس نہ آجائے"
اسی طرح ابن ماجہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "جب تم مریض کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس سے دعا کے لئے کہو کیونکہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے"
اندازہ فرمائیے کہ صرف ایک مریض کی عیادت کا ثواب یہ ہے تو اس کا علاج کرنے کا، اس کی ڈوبتی نبض پر ہاتھ رکھنے کا، اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کا، اس کی تکلیف کا مداوا کرنے کا کیا اجر وثواب ہوگا؟ اور اس سے اللہ اور اسکی رسول ﷺ کو کتنی خوشنودی حاصل ہوگی۔ایک حدیث میں ہے معالج کو اپنے آپ کو معالج کل یا شافی مطلق سمجھ کر غرور و تکبر میں مبتلا ہو جانے سے منع فرمایا گیا ہے اور اسے بتلایا گیا ہے کہ وہ محض علاج کا ایک وسیلہ ہے۔چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:"تمہارا (معالج کا) کا اطمینان دلانا ہے طبیب تو اللہ تعالیٰ خود ہیں"
ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہوتا ہے:"اللہ تعالیٰ کے بندوں کا علاج کیا کرو، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کا شفا نہ اتاری ہو۔ماسوائے موت کے جس کا کوئی علاج نہیں یہ بات جس نے سمجھ لی وہ جان گیا اور جس نے نہ سمجھی وہ جاہل رہا۔"
ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے بیماری نازل کرتے وقت اس کا علاج بھی نازل کیا ہے۔اس لئے علاج کرتے رہنا چاہئے البتہ حرام چیزوں سے علاج نہ کیا جائے"(۱۸)
طبرانی کی ایک اور روایت میں ابونعیمؒ سے روایت ہے کہ:"علاج بھی انسان کے مقدر کا حصہ ہے۔اور خدا کے حکم سے اس سے فائدہ

اٹھانا چاہیے۔"

مسلم اور مسند میں رحمت للعالمین کا یہ فرمان نقل ہوا ہے۔ "جب دوا کے اثرات بیماری کی نوعیت کے مطابق ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء ہو جاتی ہے" اسی طرح کی اور بھی متعدد احادیث موجود ہیں۔ جو شعبہ طب کے ماہرین کیلئے مشعل راہ ہیں۔ مطالعہ قرآن کریم و احادیث میں علماء اور ماہرین طب نے طبی خدمات کے حوالے سے چند رہنما اصول وضع کئے ہیں۔ ان میں سے چند ضروری اصولوں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

(۲) طبی خدمات کے چند اصول:

۱.... علاج معالجہ ایک مسلسل عمل ہے جسے انبیاءؑ اختیار کیا اس عمل کو جاری رہنا چاہیے۔

۲.... ادویات کے تیاری اور ان کے استعمال میں حرام وحلال کے استعمال کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ فقہاء نے حرام اجزاء کی حامل ادویات کو صرف حالت اضطراری ہی میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

۳.... اپنے طریقہ علاج کو حتمی سمجھنا اور دوسرے ماہر ڈاکٹروں سے بوقت ضرورت مشورہ حاصل نہ کرنا مناسب طرز عمل نہیں۔

۴.... معالج کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیماری کی نوعیت اور اس کا علم حاصل کرنے کی مسلسل کوشش کرے۔ جس علاج کو آج تک لاعلاج سمجھا جاتا رہا ہے۔ وہ درحقیقت لاعلاج نہیں۔ کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ہر بیماری کا علاج بھی خدا نے اتارا ہے۔ لہٰذا مسلمان ڈاکٹروں کی ذمہ داری کہ وہ مسلسل تحقیق وتجربے کی مدد سے ان بیماریوں کا علاج تلاش وتجویز کرے انسان کی خدمت کی ذمہ داری پوری کریں۔

(طبی خدمات چند تجاویز اصلاح ص/۱۷-۱۸ ، ۲۰۰۱ء ۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)

(۳) خطرناک امراض سے بچاؤ کی مسنون دعائیں:

اللهم انی اعوذبك من البرص والجنون والجذام وسیئی السقام.

اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں برص اور دیوانگی سے اور جذام (کوڑھ) سے اور تمام بری (اور موذی) بیماریوں سے

اللهم انی اعوذبك من منکرات الاخلاق والاعمال والاهواء والادواء

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے اخلاق، اعمال خواہشات اور امراض سے (تو مجھے ان سے محفوظ رکھ)

اللهم انی اعوذبك من الهم واعوذبك من التردی واعوذبك من الغرق والخرق والهرم واعوذبك ان یتخبطنی الشیطان عندالموت واعوذبك من ان اموت فی سبیلك مدبرا واعوذبك من ان اموت لدیغا(۱۹)

بیماری سے بچنے کی دعا مانگتا ہوں اور اس کا علاج آپ کی سیرت بھی ہے اور ارشاد نبویؐ بھی ہے۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسی عمارت وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسی اونچی عمارت سے گر کر مرنے سے اور پناہ مانگتا ہوں ڈوب کے مرنے سے، جل کر مرنے سے اور حد سے زیادہ بڑھاپے سے اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ سانپ، بچھوں کے کاٹنے سے مروں۔ **واعوذبك من الصم والبكم والجنون والجذام وسئى الاسقام و ضلع الدين.**

اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بہرے پن گونگے پن سے دیوانگی سے اور جذام سے (کوڑھ) سے اور بدترین (موذی) بیماری سے اور قرض کے غلبہ سے (۲۰)

(۴) علاج کا مشورہ دینا:

عن اسامة بن شريكؓ قال كنت عندالنبیؐ وجاء ت الاعراب فقالو ايارسول اللهؐ انتداوى فقال نعم يا عباد الله تداو وافان الله عزوجل لم يضع داء الاوضع الله شفاء واحد قالو اماهو قال الهرم(۲۱)

اسامہ بن شریک کہتے ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا۔ چند بدو آئے اور کہا یارسول اللہ کیا ہم دوا کیا کریں؟ آپؐ نے کہا ہاں اے اللہ کے بندوں دوا کیا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر یہ کہ اس کے لئے شفاء بھی پیدا کی ہے سوائے ایک بیماری کے۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا بڑھاپا

(۲۱) مولانا ڈاکٹر عبدالواحد، مریض و معالج کے اسلامی احکام۔ لاہور مرکز تحقیق دیال سنگھ ۱۹۹۴ء ص/ ۳۷۔ ۳۸

(۲۲) ابن الجوزی الطب النبوی ص/ ۸

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ابوزبیر کی حدیث جو جابر بن عبداللہ کی سند سے مروی ہے، روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے، جب دوا کا استعمال بیماری کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکم الٰہی کے طفیل شفاء ہو جاتی ہے۔ (۱)

(۲۳) مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے باب السلام میں بذیل حدیث (۲۲۰۴) ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے "کہ بیماری کیلئے دوا ہے اور دوا کرنا مستحب ہے" (پسندیدہ ہے)

اور صحیحین میں عطاء نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت میان کی ہے نبی خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب خدا نے دنیا میں کوئی بیماری پیدا فرمائی تو اس کی شفاء اور دوا بھی ساتھ ساتھ نازل فرمائی (۲)

(۲) (بخاری نے اسے ۱۰/۱۱۳ فی الطب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے باب گذشتہ سے پیوستہ قائم کیا ہے کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی کہ اس کی شفاء بھی ساتھ ہی ساتھ نازل نہ کی ہو، مؤلف کو مسلم کی طرف سے اس کا انتساب کرتے ہیں، یہ وہم ہو گیا، مسلم نے اسے یہاں ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں بذیل حدیث ۳۴۳۹)

مسند احمد میں زید بن علاقہ کی حدیث جو اسامہ بن شرک کے واسطے سے بیان کیا گیا ہے، اس میں اسامہ فرماتے ہیں کہ خدمت نبیؐ میں موجود تھا کہ کچھ دیہاتی باشندے حاضر ہوئے اور نبی خداؐ سے کہا کہ یارسول اللہ کیا ہم دوا کریں، انہوں نے کہا ہاں اے بندگان خدا ضرور

دوا کرو، اس لئے کہ خدائے عزوجل نے جو بیماری دنیا میں پیدا کی اس کی شفاء دوا بھی پیدا کی صرف ایک بیماری کی دوا پیدا نہیں فرمائی لوگوں نے عرض کیا وہ کونسی بیماری ہے، آپؐ نے فرمایا: بڑھاپا جو لاعلاج ہے(۱)

(۱) احمد نے ۴/ ۲۷۸ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر ۳۴۳۶ اور ابوداؤد نے بذیل حدیث نمبر ۳۸۵۵ اول طب میں ذکر کیا ہے، اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۳۹ فی الطب میں اس باب کے ساتھ علاج بالدواء اور اس پر لوگوں کو ابھارنا کہ علاج کر ینگے، ذیل میں لائے ہیں۔ اس کی اسناد صحیح ہے، ابن حبان نے حدیث نمبر ۱۳۹۵ اور ص ۱۹۲۴ کے ذیل میں ابوصیری نے اپنی زوائد میں ذکر کیا ہے، ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ اور اس باب میں ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ ابوخزامہ عن ابیہ اور ابن عباسؓ کی روایات موجود ہیں)

دوسری جگہ اس کے لئے یہ الفاظ ہیں کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی کہ جس کے لئے شفاء اور دوا نازل نہ کی ہو اس کا علم جس نے جاننا چاہا اسے عطا کر دیا گیا اور جو اس سے غافل رہا وہ اس سے بے بہرہ ہی رہا۔(۱)

(۱) احمد نے ۴/ ۲۷۸ میں ذکر کیا ہے)

مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث منقول ہے۔

ان اللّٰہ عزوجل لم ینزل داءً الا انزل اللّٰہ لہ شفاء علمہ وجھلہ (۲)

کہ خدا عزوجل نے دنیا میں کوئی ایسی بیماری نہیں بھیجی جس کے لئے شفاء نازل نہ کی ہو جنہوں نے جاننا چاہا انہیں بتایا اور جنہوں نے پروہ نہ کی انہیں ناواقف رکھا اور ابو مسند و سنن دونوں میں ابوخزامہ سے مروی ہے۔

(۲) (احمد نے بذیل حدیث ۳۵۷۸، ۳۹۲۲، ۴۲۳۶م ۴۲۶۷، ۴۳۳۴، اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۷ میں ذکر کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔ بوصیری نے اپنی زوائد میں اور حاکم نے ۴/ ۱۹۶، ۴/ ۱۹۷م ن اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی نے گزشتہ سے پیوستہ اس کی موافقت کی ہے۔)

قال قلت یارسول اللّٰہ ارایت رقی نسترقیھا و دواء نتداوی بہ وتقاۃ نتقیھا ھل ترہ من قدر اللّٰہ شیئا فقال ھی من قدر اللّٰہ(۳)

کہ میں نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ سامنے ہیں کہ ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور دواؤں کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بیسیوں پرہیز کرتے ہیں جن سے نفع ہوتا ہے تو کیا تقدیر الٰہی کی اس سے مخالف تو نہیں ہوتی تو آپ کہا کہ یہ بھی تقدیر الٰہی ہے کہ یہ ساری چیزیں اثر دکھاتی ہیں۔

(۳) احمد نے ۳/ ۴۲۱ میں اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۶۶ کے تحت اور حاکم نے ۴/ ۱۹۹ اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۷ میں اس کی سند میں ایک ہی راوی مجھول ہے۔ اور باقی رجال ثقہ ہے، ابوخزامہ کے حالات زندگی تہذیب میں ملاحظہ کیجئے اور اس باب میں حاکم نے ۴/ ۱۹۹ میں حکیم بن حزام سے روایت ذکر کی ہے جس کی صحت اور موافقت ذہبی نے کی ہے۔

ان احادیث سے کھلے طور پر اسباب و مسببات کا ثبوت ملتا ہے اور جن لوگوں نے اسباب سے انکار کیا ہے، ان کا کھلے طور ابطال موجود ہے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیغمبر کے اس قول "لکل داء دواء" کو عام رکھا جائے تا کہ قاتل بیماریوں اور مہلک امراض پر بھی اس احاطہ ہو جائے اسی طرح وہ بیماریاں بھی شامل ہو جائیں، جن کا علاج طبیب کے بس میں نہ ہو حالانکہ خدائے پاک نے ان کے علاج کے لئے دوائے شافی پیدا کی ہے، لیکن اس کے علم سے انسان ناواقف رہا، اور ان کو اس کی جانب کوئی رہنمائی نہ ہو سکی، اسلئے کہ کسی چیز کا علم انسان کے بس میں نہیں ہے، ہاں خدا نے جو بتادیا سکھادیا۔ اسی وجہ سے پیغمبر خدا نے شفاء کو دوا کے مقابلہ میں مرض پر معلق رکھا ہے۔ اسلئے کائنات میں جتنی مخلوق ہے اس کے مخالف بھی موجود ہے۔ ہر بیماری کا علاج اسکی ضد دوا سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے پیغمبر خدا نے شفاء کو بیماری اور دواؤں کی مناسبت وموافقت کے ساتھ متعلق رکھا اس لئے وجود مرض اور افادیت دوا پر ایک عمدہ روشنی پڑتی ہے، کہ جب بھی دوا کیفیت مرض سے متجاوز ہوگئی یا اس کی مقدار خوراک ضرورت سے زیادہ ہوگئی تو اس صورت، میں دوا سے نفع نہ ہو بلکہ کسی دوسری بیماری کے لگ جانے کا اندیشہ ہے یا اس کی مقدار خوراک ضرورت وقوت مرض سے کم ہوگی تو پھر وہ اسکی جڑ پوری طرح قطع نہ کرسکے گی اور شفاء کامل نہ پیدا ہو کر فتور رہ جائے گا، اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دوا اور مریض میں مناسبت ہو مگر وقت ساز گار نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی علاج نافع نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس بدن کی قوت قابلہ ختم ہوگئی یا مضمحل ہوگئی ہو، کہ وہ دوا کو لیتی ہی نہیں یا دوا کو ٹھہرانے کی اور روکنے کی صلاحیت بھی مفقود ہو، یا کوئی ایسا منع پیدا ہو گیا ہو کہ وہ دوا کے اثر کو باطل کردے یا روک دے تو ایسی صورت میں مقاوت (مصادف) ہوگی تو خدا کے فضل سے بیماری جاتی رہے گی۔ اور مریض شفاء یاب ہو جائے گا، حدیث نبوی ﷺ کی عمدہ توجیح ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس عموم سے یہ خصوص مراد ہے، اور لفظ کو خارجی اثرات سے مزید کمزور کرنا مقصود ہے۔ اور ہر زبان میں پایا جاتا ہے ایسی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ خدا نے دنیا میں کوئی ایسی بیماری جو دوا کو قبول کرتی ہو پیدا نہیں کی مگر اس کے لئے دوا بھی پیدا فرمائی۔ یعنی دوا قبول کرنے والی ہت بیاری کے لئے دوا موجود ہے، اسی طرح سے وہ بیماری جو دوا قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اس میں شامل ہی نہیں اس کی مثال اس طوفان باد میں ملتی ہے جس کو خدا نے قوم عاد پر مسلط فرمادیا تھا۔

تدمر کل شیءٍ بامر ربھا (سورۃ الاحقاف)

"ہر چیز بربادی اسے آشنا ہوئی خدا کے حکم سے" اس میں ہر چیز کے بربادی قبول کرنے کا ذکر ہے ہوا کا کام الٹنا، پلٹنا، اکھاڑنا اور بچھاڑنا ہے۔ اس کے لئے بہت سی مثالیں اور سینکڑوں نظائر موجود ہیں۔

اور جو فلسفہ تخلیق اضداد پر غور کرے گا۔ اور پیدا شدہ اشیاء کا ایک دوسرے کا ضد ہونا اس کی مقاومت کرنا بعض چیزوں کو بعض دوسری چیزوں سے مٹانا اور بعض چیزوں کو دوسری چیزوں پر مسلط کرنے کی حکمت دیکھے گا۔ تو اس پر کمال قدرت الٰہی حکمت خداوندی اور وضع حقیقی کی کاریگری پروردگار کی ربوبیت میں یکتائی تخلیق میں یگانا پن اور ہر چیز پر قابو پانے کی قوت آئینہ ہو جائے گی اس لئے کہ خدا کے علاوہ کائنات میں جو چیز ہے، اس کے مقابل اسکی ضد اس کی مثال اس کی طاقت توڑنے والا موجود ہے، صرف خدا ہی ہے جو غنی بالذت ہے، کائنات کا ہر وجود اس کا محتاج ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں اس کی منافات توکل کا بالکل وہی حال ہے، جیسا بھوک کے وقت غذا کا استعمال پیاس کے وقت مشروب گرمی سے بچاؤ کے لئے ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں پھر علاج اور شفاء کا حصول کس طرح منافی توکل ہوگا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقت توحید کا اہتمام بلا مباشرت اسباب کے برتتے ہوئے ممکن نہیں جب ان اسباب کو خدا نے ان کے تقاضے کے ماتحت مقدر ومشروع فرمایا: ان کے برتنے کا حکم دیا، پھر ایسی صورت میں اسباب کو چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح مجروح ہوگی بلکہ حکمت الٰہی اور امر الٰہی کی بھی توہین ہوگی اور جو ترک اسباب کو توکل کا اعلیٰ درجہ قرار دیتے ہیں ان کی اس غلط روی کی پوری طرح بیخ کنی ہو جاتی ہے، اگر آپ نے از راہ عاجزی وخاکساری ان اسباب کو ترک کر دیا تو پھر وہ توکل جن کی جڑیں اعتماد علی اللہ خدا پر بھروسے سے لگی ہونگی، کہ اس اعتماد کی وجہ سے نفع دینی ودنیاوی ضرور متوقع ہے، بہر حال کیسی بھی اسباب کے برتنے سے پہلے اس کو اعتماد علی اللہ کی سخت ضرورت ہے، ورنہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں کو بتانا لازمی آئیگا۔ اس لئے بندہ اپنی بے بسی بے چارگی کو توکل کا ہمنام نہ بنائے ورنہ توکل بے چارگی وبے بسی کہلائے گی۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سنت یہ تھی کہ آپ خود اپنا علاج کرتے، اور دوسروں کو علاج کی ہدایت فرماتے، چنانچہ متعلقین خاندان اور اصحاب کو آپ نے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی، لیکن آپ نے یا آپ کے کسی اصحاب نے اس سلسلے میں باقاعدہ مرکب دواؤں کا استعمال نہیں کیا، بلکہ آپ اور آپ کے ہمدم اور ہم نشین عموماً مفردات سے ہی علاج کرتے تھے، اس مفرد دوا کے ساتھ کسی ایسی چیز کا اضافہ کر لیتے جس سے اس کی قوت اور افادیت میں اضافہ ہو جاتا، اور تقریباً دنیا کی اکثر عوام باوجود اختلاف نسل وطن کے عموماً مفردات سے ہی علاج کرتی ہیں خواہ وہ عرب ہو یا ترک ہو یا دیہات یا دور افتادہ علاقوں کے لوگ تو بالکلیہ مفردات سے ہی علاج کرتے ہیں البتہ روم ویونان کے باشندوں کا میلان خاص مرکبات دواؤں کی جانب تھا، ہندوستان کی ویدوں اور اطباء کی بڑی جماعت صرف مفرد سے ہی علاج کرتی کراتی تھی، اطباء کا متفقہ فارمولا ہے کہ جب تک علاج غذا کے ذریعہ یعنی اس کی مقدار قوام لطافت وکثافت اور اوقات میں تغیر کر کے ممکن ہو کسی دوسری جانب رخ نہ کیا جائے، ایسی صورت میں دوا کو نظر انداز ہی کر دینا بہتر ہے، اس طرح جب تک مفردات سے کام چلتا چلا جائے مرکبات کو نہ اپنایا جائے۔

اطباء کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ پرہیز اور غذا سے جب تک مرض کا دفاع ممکن ہو۔ اس میں علاج بالادویہ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئیے، اسی طرح یہ ہدایت بھی آب زر سے لکھنی چاہئیے کہ طبیب کو دوا کھلانے پلانے میں بہت زیادہ شفتہ نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر دو بدن میں وہ اجزاء نہیں پاتی جنہیں تحلیل کر سکے تو خود بدن کی کاش میں لگ جاتی ہے، یا اسے کسی ایسی بیماری سے سابقہ ہوتا ہے جس کی مناسب حال دوا نہ ہو یا کوئی ایسی چیز جو اس کی مناسب حال ہو جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی کمیت بڑھ جاتی ہے جس سے وہ کمیت غالب آجاتی ہے یا وہ کیفیت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں دوا صحت کو کھلونا بنا لیتی ہے اور اسے پراگندہ ونشر کر دیتی ہے، جو اطباء حذاقت فن اور تجربے کے نام سے مشہور ہوتے ہیں عموماً ان کا طریقہ علاج مفردات ہی ہوتا ہے، طبیبوں کے تین گروہوں میں سے یہ بھی ایک گروہ ہے۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ دوا بھی غذا کی ہی ایک چیز ہے، اسی وجہ سے وہ قومیں وہ برادریاں جو اپنی غذا میں مفردات کا استعمال کرتی ہے اور

طرح طرح کی متنوع غذا سے پرہیز کرتی ہیں۔انہیں بیماری بھی بہت کم ہیں اور اس کا علاج بھی مفردات سے بھی عمدہ انداز میں ہوتا ہے،اورشہری آبادی کے لوگ جن میں مرتب متنوع غذاؤں کا چلن ہے وہ مرکب دوا کے ضرورت مند ہوتے ہیں،اسی وجہ سے ان کے امراض بھی مرکب ہوتے ہیں،اور مرکب دوائیں ان کے حق میں مفید وشافی ثابت ہوتی ہیں۔دیہات کی کھلی آب وہوامیں رہنے والے اور ریگستان کی جراثیم کش تپتے میدانوں ~~اور فضاؤں~~ میں پلے ہوئے لوگوں کی بیماریاں مفرد ہوتی ہے ان کے علاج کیلئے مفرد دواؤں کے نسخے کافی ہوتے ہیں اس دستوری متن کی روشنی میں علاج کے فن کو دیکھنا چاہیئے ، یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اطباء کے طریقہ علاج کو پیغمبر خدا کے طریقہ علاج کے مقابلے میں وہی حیثیت حاصل ہے جو فسون کاروں کا ہن گروہ کے علاج کو حاصل ہیں۔آپؐ کے طریقہ علاج کے عمدہ ہونے کے تمام باکمال اطباء اور سلاطین فن طب نے قرار کیا ہے اس لئے موجود معالجین کا سرمایہ علم طب یا تو قیاس بعضوں نے تجربہ بعضوں نے الہام ربانی کسی نے سچا خواب اور کسی نے ایک زیرک ودانا دماغ کی پیداوار کہاہے، بہتوں نے اس پورے فن کو حیوانات وبہائم کا درس بتلایا ہے۔

(۵) اخلاقیات کی تعریف:

ہم سب یہ کہتے ہیں کہ یہ اچھا ہے یہ برا ہے، یہ درست ہے یہ غلط ہے، یہ حق ہے یہ باطل ہے، ادنیٰ واولیٰ سب ہی ایسا کہتے ہیں، اور چھوٹے بڑے ہر کام میں یہی حکم لگاتے ہیں۔

قاضی مسند حکومت پر بیٹھ کر قانونی مسائل میں یہی حکم کرتا ہے، اور کاروباری لوگ کاروبار کے معاملات میں یہی الفاظ بولتے ہیں حتیٰ کہ بچے بھی کھیل کود میں انہی دولفظوں کو استعمال کرتے ہیں۔تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اچھا اور برا کس چیز کو کہتے ہے؟ اور وہ کونسا پیمانہ اور کونسا ترازو ہے جسے ناپ تول کر یہ کہ سکیں کہ یہ اچھا ہے یا برا؟

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو ان اغراض ومقاصد میں بھی جن کے طلب میں وہ سرگرداں رہتے ہیں بہت بڑا اختلاف ہے۔ایک مال کا طالب ہے، تو دوسرا حریت وآزادی کا، یہ جادوئے چشم کا شیدائی، تو وہ شہرت کا فدائی، ایک علم کا عاشق ہے تو دوسرا ان سب سے بے پرواہ ہو کر اپنی تمام ارزوؤں کا مرکز آخرت کی اس زندگی کو بنائے ہوئے ہے جس میں اس کے نفس کو عروج ہوگا اور جہاں اس کو طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی مگر یہ بات اسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان میں سے بہت سے اغراض ومقاصد وہ ہیں جن کو ''انسان کے لئے'' آخری غرض اور انتہائی مقصد نہیں کہا جاسکتا۔یا یوں کہیے اس میں غایت الغایات یا منتہائے غرض بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ اگر تم ہی سوال کرو کہ یہ شخص جاہ، علم یا مال کا طالب کیوں ہے؟ تو اس کے جواب میں ایک اور غرض یا مقصد کو بیان کرنا پڑے گا۔جوان ہر سہ غرض ومقاصد کے لئے منتہائے غرض ہے۔اور یوں جواب دیا جائے گا کہ ''حصول سعادت وفلاح کے لئے ہے''

مثلاً تو کیا انسانوں کی زندگی کے لئے کوئی غایت وغرض ایسی بھی موجود ہے جو سب کے لئے یکساں ہے غایت الغایات یا منتہائے غرض کہلائے اور انسانوں کی طلب کا ملجا اور حدنگاہ ٹھہرے، وہی اعمال کی اچھائی وبرائی کا پیمانہ بنے اور اسی پر اعمال کو اس طرح کسا جائے کہ جو

عمل اس منتہائے غرض کے مطابق ہو۔ اچھا کہلائے اور جو نہ ہو برا کہلائے؟

اور اگر ایسی غایت الغایات اور منتہائے غرض موجود ہے تو وہ کیا ہے یہی وہ تمام امور ہیں جن سے علم اخلاق بحث کرتا ہے۔ تو اب علم اخلاق کی تعریف اس طرح کرنا چاہئے۔ ''جو علم بھلائی اور برائی کی حقیقت کو ظاہر، انسانوں کو آپس میں کس طرح معاملہ کرنا چاہئے اس کا بیان لوگوں کو اپنے اعمال میں کس منتہائے غرض اور مقصد عظمیٰ کو پیش نظر رکھنا چاہئے اس کو واضح کرے اور مفید کارآمد باتوں کیلئے دلیل راہ بنے علم اخلاق کہلاتا ہے''(۱)

سطور بالا سے یہ واضح ہو گیا کہ علم اخلاق لوگوں کے اعمال سے اس طور پر بحث کرتا ہے کہ ان پر اچھے یا برے ہونے کا حکم لگایا مگر یہ بھی معلوم رہے کہ ہر عمل میں یہ صلاحیت موجود نہیں ہے کہ اس پر حکم لگایا جا سکے۔

اس کو اس طرح سمجھئے کہ انسان سے بہت سے اعمال غیر ارادی طور پر صادر ہوتے ہیں، مثلاً سانس لینا، دل کا دھڑکنا، تاریکی سے روشنی میں اچانک آجانے سے یا پلک جھپکنا تو ان امور کا علم الاخلاق کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہم ان پر اچھے اور برے ہونے کا حکم لگاتے ہیں، نہ ان لوگوں کو جن سے یہ امور صادر ہوئے نیکوکار یا بدکار کہتے ہیں اور ان سے ان امور کی وجہ سے کوئی محاسبہ کرتے ہیں۔

اور وہ اعمال بھی ہیں جو انسان اپنے ارادے سے کرتا ہے اور ان کے نتائج پر غور و فکر کرنے کے بعد کرتا ہے مثلاً ایک شخص یہ سوچتا ہے کہ اس کے شہر میں شفاء خانے کی تعمیر قوم کیلئے نفع اور ان کے مصائب میں تخفیف کا باعث ہوگی۔ یہ سوچنے کے بعد وہ اسے قائم کر دیتا ہے۔ یا ایک شخص اپنے دشمن کے مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اپنی تیز فہمی اور ذکاوت فکر سے اس کے اسباب پر غور کرتا ہے اور ارادہ کو کامیاب بنا لیتا ہے۔

سو یہ اعمال ''اعمال ارادی'' کہلاتے ہیں اور انہی پر یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ یہ اچھے ہے یا برے اور انہی سے متعلق انسان سے باز پرس کی جاتی ہے اور انہی امور میں جوابدہ ہوتا ہے۔

(۱) ارسطو، محقق دوانی اور مسٹر جون کہتے ہیں: ''جس علم میں انسانی کردار پر اس حیثیت سے بحث کی جائے کہ وہ ثواب وخیر میں یا خطا وشر میں تمام احکام صواب وخطا اور خیر وشر کسی مرتب نظام کی شکل میں آجائیں تو اس علم کو علم الاخلاق کہتے ہیں۔

(الاحق جلالی ۱۸ و علم الاخلاق ارسطو جلد: ۱/ اخلاقیات، ترجمہ مولوی عبد الباریؒ پروفیسر جامعہ عثمانیہ)''

اور روجروس کہتا ہے کہ ''جو علم ایسے اصول بتاتا ہو جن سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی اور سچی قدر و قیمت کا تعین ہو سکے اس کا نام علم الاخلاق ہے''

(۶) طبیب کی تعریف:

عربی ادب میں طبیب سے مراد وہ فرد ہے جو طبی امور کا جاننے والا ہو اس حوالہ سے طبیب سے مراد وہ فرد ہے جو علاج و معالجہ اور اس سے متعلق امور کا انجام دہی کرتا ہو۔ (۱۶) یا محض طبیب ہی کافی نہیں ہوگا بلکہ وہ تمام عملہ جو اس قسم کے فرائض بجالاتا ہو اس میں داخل ہوگا۔

(۷) طبی جنایات اور جزاء وسزا پر آراء:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے بواسطہ دادا کے روایت کرتے ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی کا علاج کیا اور پہلے سے طبی امور کو نہ جانتا تھا تو وہ (نقصان کا) ضامن ہوگا (۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج سے پہلے طبی علوم کا جاننا ضروری ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام الاطباء نے ماہر طبیب کے علاوہ کسی سے علاج کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ وہ دوا استعمال کریں جو وہ جانتے ہوں۔

التراتیب الاداریہ نے ابو نعیم کی روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''جس نے علم طب نہ جانتے ہوئے کسی کا علاج کیا جس کے نتیجہ میں کسی کی موت یا نقصان ہوا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ (۱۸) اس حدیث کی وہ اور وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ابن طرحان نے اس کی توضیع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث میں احتیاط اور لوگوں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ سیاسی اور شرعی حکم بھی ہے۔ یعنی جس نے علم طب کو اختیار کیا اور اس کو ترقی نہ دی اور اس فن کے ماہرین کی صحبت میں رہ کر اس کی مشق اور عملی تجربہ نہیں کیا اور ناقص طب سے اپنے زیر علاج مریض کو مار ڈالا تو ایسا طبیب اس کا جواب دہ اور ذمہ دار ہوگا (۱۹)''

صاحب جواہر الاکلیل اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔ طبیب اگر طبی قواعد کو نہ جانتا ہو یا ماہر نہ ہو اور اس نے کسی مریض کا علاج کیا اور نتیجہ کے طور پر مریض انتقال کر گیا یا اسے کوئی عیب لاحق ہوا تو وہ (طبیب) ضامن ہوگا۔ (۲۰)

علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں (طبیب) ماہر ہوں اور علوم (طب) میں صاحب بصیرت اور صاحب معرفت ہوں اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو ان کا یہ عمل ناجائز ہوگا اور اس عمل کو کرنے پر ضامن ہونگے (۲۱)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: شریعت اسلامی غیر ماہر طبیب پر ذمہ داری عائد کرتی ہے جب وہ علاج معالجہ بغیر علم و معرفت کے کرتا ہے اور اس نے اپنی لاعلمی سے جانی اتلاف کیا اور ایسا کام کیا جو وہ جانتا تھا گویا اس نے مریض کو دھوکا دیا اور وہ اسکا ضامن ہوگا اور اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے (۲۲) ترقی پزیر معاشروں میں بعض قسم کے پیشہ ور ہوتے ہیں جو علاج معالجہ سے متعلق مختلف امور انجام دیتے رہتے ہیں مثلاً پاکستان میں حجام دیہات میں ابھی تک بچوں کا ختنہ کرتے ہیں یا بعض لوگ ٹوٹکوں سے علاج معالجہ سے کرتے اور کراتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ان امور میں ماہر نہ ہو اور ان سے کوئی نقصان ہوا تو ذمہ داری علاج کرنے والے کی ہوگی۔ کیونکہ مریض تو محتاج ہوتا ہے اور نفسیاتی طور پر اپنے مرض سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے میں اس کو اگر معمولی سی کرن بھی نظر علاج آجائے تو اس کی طرف بھاگتا ہے۔ اکثر نااہل لوگ مریض کی اس نفسیاتی کیفیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں اکثر میں ناقابل تلافی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

صاحب معین الحکام اس سلسلے میں ایک مثال پیش کرتے ہیں:۔

حجام سے متعلق مسئلہ: ایک نے دوسرے سے کہا کہ تمہاری انکھ میں گوشت کا پردہ ہے اگر اسے نہ ہٹایا تو تمہاری انکھ اندھی ہو جائے گی حجام

نے اس کے انکھ سے گوشت ہٹایا حالانکہ وہ اس میں ماہر نہیں تھا آدمی کی انکھ اندھی ہوگئی۔ وہ حجام نصف دیت کا ذمہ دار ہوگا(۲۳)

علامہ خطابی فرماتے ہیں: ''اگر معالج اپنی حدود سے تجاوز کر کے مریض کی جان تلف کرے تو اس کے ضامن ہونے میں کوئی (مسلمان فقہاء میں) اختلاف نہیں''(۲۴)

(۲۳) الطرا بلسی، علاء الدین ان بو الحسن علی بن خلیل معین الحکام فیما یبر دبین الخصین من الاحکام، ص ۲۳۸، حاجی عبدالغفار اینڈ سنز قندھار افغانستان، علاء الدین، محمد، الدر المختار شرح تنویر الابصار ۴: ۴۷، نو لکشور لکھنئو، ۱۸۷۷/۱۲۹۴ ''مسئلہ الحجام قال الاخران فی عینك لحما ان لم تزله عمیت عینك فقال انا ازیله فقطع الحجام لجما من عینه وهو لیس بحاذق فی هذا الصنعة فعمیت عین الرجال یلزمهٔ الدیة نصف الیه''(۲۴) ابن قیم زاد المعاد، ۱.۹۳

(۸) طبیب کی اہمیت:

انسانی جسم کو لاحق ہونے والی بیماریاں بے شمار ہیں، ان کا علاج وادویہ اور اس سلسلہ میں جدید تحقیقات بھی حد و شمار سے باہر ہیں۔ طب وعلاج اور فقہ وشریعت کا باہم گہرا اور قریبی تعلق اس حوالہ سے ہے کہ دونوں، حضرت انسان کی جو اللہ کا نائب وخلیفہ ہے، بیماری کا علاج و مداوا کرتے ہیں۔ فن طب وعلاج، انسان کی جسمانی بیماریوں اور فقہ وشریعت انسانی کی روحانی بیماری سے بحث کرتے ہیں۔

اس گہرے تعلق کے حوالہ سے یہ کہنا درست اور برمحل ہوگا کہ ماہرین شریعت، انسان اور اس کے جسم کی بیماریوں سے متعلق شرعی احکام بتانے کے لئے ماہرین طب وعلاج کی رہنمائی کے محتاج ہیں اور ماہرین طب وعلاج بیماریاں اور ان کے متعلق تحقیق وعلاج کے سلسلہ میں شرعی رہنمائی کے لئے ماہرین شریعت کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں۔

اس گہرے تعلق کی اہمیت وضرورت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ہروقت ہر جگہ اور ہر سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ماہرین شریعت دستیاب نہیں ہوتے، پھر یہ بھی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ دین کی بنیادی عقائد اور روزمرہ کے احکام کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**'' یعنی بنیادی عقائد روزمرہ پیش آمد مسائل نیز اپنے پیشے سے متعلق علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ ڈاکٹر روزمرہ کی پریکٹس میں جن ''آیات انفس'' کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور ان سے مانوس و مالوف ہوجانے کیوجہ سے سرسری طور پر غور وفکر کے بغیر گزر جاتے ہیں، ان آیات انفس کے متعلق جب وہ قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ کی تصریحات اور نصوص کا مطالعہ کر کے گہرا علم حاصل کریں گے تو ایمان اور یقین کی کیفیت، عین الیقین بلکہ حق الیقین میں تبدیل میں ہوجائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آیت انفس کے مطابق فرماتے ہیں:

و فی الارض ایت للمئو منین. وفی انفسکم افلا تبصرون (الزاریات ۲۰: ۲۱)

یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں کئی دلائل ومعجزات بکھرے پڑے ہیں، اسی طرح خود تمہارے نفوس میں بھی۔ اب کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

فقہاء کے نزدیک علم طب وعلاج کا سیکھنا فرض ہے۔ یعنی ہر مقام ومعاشرہ میں ایسے افراد کا وجود بقدر ضرورت وکفایت لازمی ہے جو علاج ومعالجہ کے فن سے بخوبی واقف ہو۔ اجتماعی ومعاشرتی ضروریات کو پورا کرنے والے ایسے ہنر مند افراد اپنے فرض کفایہ کو ادا کرنے کے فرض عین سے زیادہ اجر وثواب کے مستحق بنتے ہیں کیونکہ ان کے پیشہ وہنر سے عام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔

ہمارے دین نے فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے فن طب کو صرف سیکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس میں پختگی مہارت اور کمال حاصل کرنے کا بھی حکم دیا ہے نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے: ان الله يحب اذاعمل احدكم أى عملا أن يتقنه۔ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ وہ اس کو بہترین طریقہ سے انجام دے اور اس میں کمال حاصل کرے۔

حواشی و حولہ جات

(۱) فارانی، فضل کریم۔ اسلامی اصول صحت ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۹۱ ص ۱/

(۲) الزمر ۹:۳۹

(۳) ڈاکٹر اقبال خان محمد، طبی خدمات دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد ۲۰۰۱ء ص ۱۹/ تا ۲۰

(۴) القرآن ۵:۵:۳۵

(۵) بخاری، محمد بن اسماعيل بصحیح ۲:۵۸۴، مكتبه التراث بيروت، ۱۹۹۵، ۱۴۱۷

(۶) الكتانی، عبدالحی بن عبدالكبير الادارية ۱:۴۵۵ . ۴۵۶، المطبعة الوطنية الرياض . ت ن.

(۷) القرافی: شهاب الدين ، احمد بن ادريس ، الذخيرة ، ۱۳: ۳۰۶ ، دار الغرب الاسلامی، بيرت اكتوبر ۱۹۹۴

(۸) "ابن ماجه ، ابو عبدالله احمد بن يزيد بسنن، ۳۵۴۲، (كتاب الطب ۳۵۱۵) دار الفكر بيروت ۱۴۱۵/۱۹۹۵

"نهى النبى ﷺ عن الرقى فجائى آل عمر ابن حزم فقالوا يارسول الله ﷺ انه كانت عندنا رقية نرقى بها من العقرب و انك نهيت من الرقى قال فغر ضو ها عليه فقال: ما أرى بها بأسامن استطاع منكم أن ينفع أخاه فلينفعهٗ"

(۹) الكتا نی ، عبدالحی بن عبدالكبير: الترتيب الادارية ۱:۴۵۷ . ۴۵۶ "كان ضماد صديقاللنبى ﷺ وكان عا قلا يطبب و يرقى "

(۱۰) الكتانی ، عبدالحی بن عبدالكبير : التراتيب الادارية ۱:۴۵۷ . ۴۵۶،

(۱۱) بخاری ، محمد بن اسماعيل بصحیح (كتاب الطب ۱۲۲۲) دار السلام، الرياض، ۱۹۹۷، ۱۴۱۷

ابن ماجه :سنن (الكتاب الطب ٣٤٣٦)

(١٢) القرافی :شهاب الدین، احمد بن ادریس ،الذخیره ،١٣: ٧ . ٣

(١٣) ابن قیم، ابو عبدالله، محمد بن ابو بکر :زاد المعاد من هدی خیر العباد ، ص:٣٨٧٤

ان الله أ نزل الداء والدواء و جع لکل داء دواء فتداو وا ولا تداووا بالمحرم"

(١٤) الغزالی ،محمد بن محمد، احیاء العلوم الدین،١: ٣٢، المطبعة العامرة الشرقیة، قاهرة ١٩٠٨/١٣٢٤

"وفی البلد فروض کفایات.........و أقربها الطب"

(١٥) النووی ، یحیٰ بن شریف ، روضة اطالبین ، ٧: ٣٢٧ ، دارالکتب العلمیة الطبعة الاولیٰ، بیروت ١٩٩٢/١٤١٢

" ان القیام بفرض الکفایة أفضل من فرض العین ،لأ نه لو ترک المتعین اختص هو بالاثم ، و لو فعله اختص الفرض ،و فرض الکفایة لو ترکة أ ثم الجمع و فرض الکفایة لو فعله سقط الجرح عن الجمیع الجرح ولا یشک فی رجحان من حل محل المسلمین أجمعین فی القیام بهم من مهمات الدین"

(١٦) الونوجیؒ، صدیق بن حسن ، ابجد العلوم ٢: ٢٠٣ ؛مکتبة الدو سیه لاهور ١٩٨٣/١٤٠٣ "العلم علمان علم الطب للأبدان و اعلم الفقه للأدیان"

(١٧) الغزالی ، محمد بن محمد ، احیاء العلوم الدین .١٨١

"والطبیب یقدر علی التقرب ا لی الله تعالیٰ یعلمه فیکون مثابعلمه من حیث انة عامل الله سبحانه و تعالیٰ'

(١٨) اقبال خان، ڈاکٹر محمد۔طبی خدمات ص/١٦

(١٩) ڈاکٹر مولانا عبدالواحد، مریض و معالج کے اسلامی احکام دیال سنگھ لائبریری لاہور ١٩٩٤ ص/٣٨

(٢٠) ایضاً ،٣٩

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مقالہ نگاروں سے ضروری گزارش

جملہ مقالہ نگار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مقالات صاف ستھرا خوشخط لکھائی کے ساتھ اگر ممکن ہو تو کمپیوٹر سے کمپوز کر کے صحیح پروف شدہ، حوالات جات کے ساتھ بروقت براہ راست

ای میل ایڈریس :almarkazulislami@maktoob.com یا ڈاک کے ذریعے روانہ کریں۔...... شکریہ